Volume 01, Issue 01 جولائی تا دسمبر 2020

تحقیقی مجلہ تحدید، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169

ڈاکٹر سمیرا اکبر / زاہد حسین
اسسٹنٹ پروفیسر / ایم فل سکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
Dr. Sumaira Akbar / Zahid Hussain
Assistant Professor / M.Phil Scholar, Govt. College University, Faisalabad

انیس ناگی کی نظموں میں سماجی اور مارکسی بیگانگی عناصر

Social Alienation in the poems of Anees Nagi

Abstract

Alienation is a state or condition in which human being feels himself alone and meaningless. Alienation is a purely intellectual phenomenon for Hegel and Feuerbach. Karl Marx consider it is a material and social process. He explains the paradox of social power and isolation that characterizes contemporary capitalist societies, in which feelings of powerlessness and nothingness are intensified despite objective increases in humanity's social power and interdependence. Anees Nagi (1939-2010) was a famous poet, writer and intellectual. He wrote over 50 books on genres like poetry, criticism, short-story, translation and columns. In his poems he describes the human being of modern age very well. Alienation especially Social alienation is a prominent trend of his poems.

Key words: Alienation, social alienation, Anees nagi, Urdu, Poem, loneliness

کلیدی الفاظ:

بیگانگی، سماجی بیگانگی، انیس ناگی، اردو، نظم، تنہائی

بیگانگی سماجی، نفسیاتی اور فلسفیاتی اصطلاح ہے جو ادب کا حصہ بن چکی ہے۔ بیگانگی دور حاضر کا ایک نمایاں رجحان ہے۔ جب انسان کا ذہن کسی وجہ سے تشکیک کا شکار ہو جائے تو یہ رویہ خود بخود اس کے اندر اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے۔ بیگانگی کے کئی زمرے ہیں اور ہر ایک کی اپنی الگ پہچان

ہے۔ ایک بیگانگی کا تعلق تصوف کے نظریہ "وحدت الوجود" سے ملتا ہے، تو دوسرے کی بنیادی کارل مارکس کے معاشی اجنبی تک جا پہنچتی ہیں او رتیسرے کا سرا فرانس کے مفکروں اور ادیبوں کی نظریہ وجودیت سے ملتا ہے۔ بیگانگی ایک ذہنی کرب ہے جو ہر انسان پر کسی بھی حوالے سے اپنا اثر دکھاسکتی ہے۔ بیگانگی سائنس، مذہب اور منطق کی کلیت سے انحراف کرکے انسان کے اپنے وجود میں سفر کرنے سے عبارت ہے۔

تصوف کے ایک فلسفہ کے مطابق پوری کائنات بشمول اللہ ایک کُل ہے اور اس کُل کا ایک جزو انسان ہے۔ انسان جب کُل کا حصہ تھا تو سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن جب یہ آپ نے کُل سے جدا ہو کر دنیا میں آیا تو اسی کُل سے ملنے کے لیے بے تاب رہنے لگا۔ گویا اس وسیع کائنات میں صوفی کُل سے جدا ہونے کی وجہ سے دنیا میں اجنبیت کا شکار ہے۔ اور اپنے سماج سے دور ہو تا گیا۔ مشین کی طرح ضرورت پڑنے لگی تو انسان اپنے جیسے انسانوں سے زیادہ مشینوں سے مانوس ہوئے۔ اس کی وجہ سے انسان رفتہ رفتہ اس سماج سے جدا ہو گیا۔ جب انسان سماج سے الگ ہوا تو انسان نے تنہائی میں اپنی جانب سفر شروع کیا اور خود کو وہ بیگانگی کی کیفیت میں مبتلا پایا۔ لہذا سماج سے انسان کے انسلاکات جب ختم ہو جائیں تو انسان کے وجود میں بیگانگی سما جاتی ہے۔ انسان جوں جوں آزاد ہو تا چلا جاتا ہے اسی اعتبار سے انسان اجنبیت کا شکار ہو تا چلا جاتا ہے۔ ایرک فرام کہتا ہے کہ پہلے زمانوں میں انسان کو زیادہ سے زیادہ آزادی میسر نہیں تھی تو وہ بیگانگی بھی اتنی نہیں تھی جوں جوں انسان آزاد ہو تا گیا اس کی بیگانگی بڑھتی گئی۔ مچل ڈنکن اس حوالے سے کہتے ہیں:

> "Alienation is that condition when a man does not experience himself as the action of his own power and riches but as an impolrished "thing" dependent on outside of himself. ")[1](

معاشی بیگانگی دراصل مارکسی بیگانگی ہے۔ کارل مارکس کے ہاں بیگانگی کا تصور الگ نوعیت کا ہے۔ جہاں ایک مزدور طبقہ، کا سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے احساس بیگانگی میں مبتلا ہو تا ہے، وہیں پورا معاشرہ بیگانگی کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اس بارے میں مارکس کے نظریہ کو ڈاکٹر احمد حسین کمال اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

> "بیگانگی کی کیفیت سرمایہ دارانہ نظام کا لازمی جزو ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نظام کے تحت کسی بھی انسان کو اپنے نان نفقہ کے لئے اور اپنی محنت، پیسے کے عوض بیچنے پڑتی ہے۔ اس عمل سے اس کے اندر بددلی اور کراہت کے جذبات ابھرتے ہیں کیونکہ اس کے دن کا بیشتر حصہ ایک ایسے کام میں صرف ہوتا ہے جو دل سے نہیں کرتا محض معاوضہ کے عوض کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ بددلی کی کہتی ہے اس کی پوری زندگی کا احاطہ کرلیتی ہے اور وہ ہر چیز سے حتیٰ کہ اپنے آپ سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس عمل کو مارکس نے بیگانگی کا نام دیا ہے۔"([2])

انیس ناگی کی نظموں کا موضوع انسانیت کی تعمیر، انہدام اور تشکیل نو سے گزرتے ہوئے زندگی کے مسائل ہیں۔ انہوں نے اپنی نظموں میں فرد میں بڑھتی ہوئی سماجی بیگانگی اور معاشی بیگانگی کے عناصر کو فرد کی داخلی جذبات سے اظہار یہ دیا۔ انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اب تک انسان نے ہی اپنے جیسے انسان پر زمین تنگ کرنے کے لیے خطرناک منصوبے بنائے۔ حسد اور لالچ کا ایک طوفان بدتمیزی ہے جو عصر حاضر کے انسانوں کو دیگر ادوار سے متمیز کرتا ہے۔ معاشرتی دوغلا پن انسان کو سماج سے دور کرنے کا باعث بنتا ہے اور

فرد میں سماجی بیگانگی جنم لیتی ہے۔ معاشرے کی منافقت کا نقشہ انیس ناگی نظم "زمین تنگ ہے" میں بڑے طنزیہ لہجے میں اس طرح کہتے ہیں۔

آدمی ذات کا دریا امڈتا آ رہا ہے
جس نے اپنے سوادائرہ کھینچ کر
ایک دوسرے کو جدا کر دیا ہے
کہ پیہم خلفشار سے زندگی ایک نوحہ بنے
اور سب لوگ بے اعتمادی کی الجھن میں شام وسحر
دوغلے پن میں زندہ رہیں (3)

عہد حاضر کے انسان کی خواہش ہے کہ وہ مادیت پرستی میں اور آسائشوں کے حصول میں دوسرے انسانوں پر کسی نہ کسی طرح سے سبقت لے جائے۔ انسان کی تمناؤں کا ناختم ہونے والا سلسلہ کبھی تکمیل تک نہیں پہنچتا اور فرد کی آرزوئیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ فرد کسی زندگی بچے کی طرح مسلسل اپنی ہر چھوٹی بڑی خواہش کا حصول چاہتا ہے۔ انسان کے اندر خواہشات کے بغیر مختتم سلسلے نے بغض، حسد، لالچ اور مادیت پرستی کو جنم دیا ہے۔ ان خواہشات کے حصول کے لیے فرد نے اپنی اقدار کی شکست وریخت کی۔ فرد نے معاشرے کو قائم رکھنے والی روایات اور اخلاقیات کے بخیے محض اپنی ذاتی تسکین کے لئے ادھیڑے۔ نظم ''زوال'' سے چند مصرعے ملاحظہ کریں۔

زوال وہ گندگی ہے
جس میں میرے زمانے کی گرد کونپل اگی ہوئی ہے
لہو میں ڈوبا وہ آئینہ ہے
شکستہ صورت کا خوف بن کر
میری ہزیمت کا عکس مجھ کو دکھا رہا ہے
میرا زمانہ نظام ثروت کی پرورش میں متاع ہستی لٹا رہا ہے
دماغ اجڑے، بدن پریشان، کہیں نمو کا نشان نہیں ہے (4)

ناگی انسانی زوال کا ذمہ دار انسان کو ٹھہراتے ہیں۔ سارتر کے مطابق زندگی بے معنی ہے، کائنات لایعنی ہے، خدا موہوم ہے، کوئی اخلاقی قانون موجود نہیں ہے۔ انسان ہی کائنات میں مختار کل ہے۔ یہ دنیا انسان ہی کی وجہ سے غلاظت کا ڈھیر بھی بن سکتی ہے اور اس کو محبت بھری بھی ہو سکتی ہے۔ مگر یہ جذبات محض فریب ہیں۔ اس سب کے باوجود انسان کو چاہیے کہ وہ آزادی اور کامل ذمہ داری سے زندگی بسر کرے۔ سارتر نے کہا کہ: "انسان اس کے علاوہ کچھ نہیں جو کچھ اپنے آپ کو بناتا ہے یہ وجودیت کا پہلا اصول ہے۔" (5) انیس ناگی اسی تلاش میں ہے کہ وہ فرد جس نے یہ معاشرہ تشکیل دینا ہے وہ کہاں گیا؟ شاعر کیونکہ خود اس معاشرے کا حصہ ہوتا ہے اس لئے میں بھی اپنی ذات کے متلاشی ہیں۔ زمین پر زندگی گزارنے کے باوجود فرد مقصد زندگی نہیں سمجھ سکتا تو بیگانہ ذات ہونے لگتا ہے۔ وہ اپنے اور اپنی ذات

کے بارے میں غور و فکر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن خواہشات کے گہرے سائے اسے اپنی ذات پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔ اپنی ہست یعنی اپنے ہونے کی تلاش کے حوالے سے انیس ناگی لکھتے ہیں:

میں کون ہوں
میں کس زمین سے نکلتا ہوا پھول ہوں
میں اس زمانے میں رہوں تو کس طرح رہوں؟
تیس سال زندگی کے میرے یوں گزر گئے ہیں
جیسے ایک سال ہو
مگر اب تو نہ کسی جواب سے نظر میں راستے کا در کھلا نہیں
میں ناتمام کے تمام سرگزشت کا سفال ہاتھ میں لیے صدی کے موڑ پر اسی کے جسم کی مراقبت میں ہوں[6]

دراصل اس معاشرے کا تیسرے درجے کا شہری ہے اور انتہائی حساس ذہن کا مالک ہے۔ معاشرے کا تیسرے درجے کا اپنے انسان اپنے آپ کو بے حیثیت ہے، تنہا اور معاشرے سے خود کو الگ سمجھتا ہے اور معاشرے سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ انیس ناگی کو تیسرے درجے کے شہری کے مسائل کا ادراک ہے۔ اس لیے ان کی نظموں جیسے "نیا بحران"، "مہذب شہر میں ننگا"، شکست"، نوحہ 3"، "نوحہ 9"، "تیسرے درجے کا شہری" میں بھی اس کی تکرار ملتی ہے۔ انیس ناگی خود اپنی منظومات کے سلسلے میں دیباچے میں لکھتے ہیں:

"ان نظموں میں تکرار بھی ہے اور تو غیر بھی کیونکہ یہ ایک ملکی اور تمدنی صورتحال کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ میں انہیں صورتحال کی نظمیں کہوں گا۔"[7]

وہ ان نظموں میں تیسرے درجے کا شہری کے حوالے سے ان کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے اس شہری کی روزمرہ زندگی کی تکالیف اور مصائب کو اپنی نظموں کا حصہ بنایا۔ یہ ہمارے معاشرے کی تلخ حقیقت ہے کہ پہلے درجے کا شہری، تیسرے درجے کے شہری کے ساتھ انتہائی ناروا برتاؤ کرتا ہے۔ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے مصداق افسر شاہی انا کے روپ میں اپنے زیر عملہ کے ساتھ بے حد افسوس ناک سلوک کرتا ہے۔ نظم "تیسرے درجے کا شہری" میں لکھتے ہیں کہ:

اس دفعہ جو شہر میں تنہا
میں نے دیکھا اہل دانش، اہل مصنف، اہل سروس اہل ثروت، تاجروں کی شاعری سے
ہر کسی کو زیر کرتے تھے
اگر کوئی حقوق آدمی کی بات کرتا
اسے وہ باؤلہ بیکار کہہ کر
تیسرے درجے کے شہری کی طرح محروم رکھتا ہے[8]

فرد کے معاشی مسائل اسے تنہا اور علیحدہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ شہروں میں زیادہ آبادکاری کی وجہ سے معاشی مسائل کا سامنا سب سے زیادہ عام آدمی کرتا ہے۔ انیس ناگی اپنی نظم میں فرد کے معاشی طور پر علیحدہ ہونے کو تجزیاتی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ نئے شہروں کی تعمیر

اور آبادکاری نے انسان کو بے شمار وسائل سے بھی نوازا مگر اس کے لیے مسائل بھی بے شمار پیدا کر دیے ہیں۔ بڑھتے ہوئے معاشی مسائل نے انسان کی روحانی اقدار کو پاش پاش کر دیا۔ شہروں کی چکاچوند کر دینے والی عمارتیں، بڑے بڑے کمرشل پلازہ اور وسیع وعریض مارکیٹوں لوگوں کو صرف مادیت کا پجاری بنا دیا ہے۔ جس نے اس میں بیگانگی پیدا کی۔ انیس ناگی معاشی بیگانگی کے مسائل کو "خاموشی کا شہر"، "پرندوں سے بے آباد شہر"، "شور ہی شور ہے"، "جائیں کدھر"، "ایک تجارتی شہر" اور "شہر ابتری" میں بیان کیا ہے۔ توسیع شہر کے لیے حسن فطرت کا قتل ظاہر کرتا ہے کہ نظام زر نے فطرت سے سبقت حاصل کرلی۔ شفّاف فضاؤں کو دھوئیں سے آلودہ کر کے آدمی اپنے ارادوں میں مسلسل کامیاب ہو جاتا ہے۔ نظم "پھولوں کی خواہش" میں لکھتے ہیں کہ:

ہمارے شہروں میں پھول آئیں تو کیسے آئیں
کہ سب جگہ پر درخت پودے کٹ چکے ہیں
وہاں پہ سیمنٹ کی بوری سے
نظام زر کی نئے شگوفے نکل رہے ہیں(9)

انیس ناگی نے اپنی نظموں میں سماجی و معاشی بیگانگی کی ایک بڑی وجہ سامراجی طاقتوں کے تیسری دنیا پر اپنے تصرف ٹھہرایا ہے۔ طاقتور ریاست کی معاشی طور پر کمزور راستوں پر آپ نے غاصبانہ حکومت قائم کر کے وہاں پر اپنی نو آبادیات قائم کرتی ہیں۔ ان نو آبادیات کی وجہ سے وہاں کے باشندے اپنی تہذیب و ثقافت کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نو آبادکار اپنی تہذیب و ثقافت وہاں کے باسیوں پر لاگو کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہاں کے باشندے تہذیبی کشمکش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اپنی تہذیب سے دوری وہاں کے افراد میں علیحدگی اور اپنی شناخت کی گمشدگی جیسے احساس کو فروغ دیتی ہے۔ جو ان میں سماجی بیگانگی کا باعث بنتی ہے۔ معاشی ترقی کیلئے لامحالہ نئے آبادکاروں کی طرح اپنی وضع ترتیب دینی پڑتی ہے۔ انہی کے علوم و فنون پورے معاشرے میں رائج ہونے لگتے ہیں۔ وہاں کے اصل باسی گمنامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ انیس ناگی نظم "روشنیاں" میں لکھتے ہیں:

نسل کی برتری کسے کے کمالات سے مرعوب
ان کے علوم کو فروغ دیتا ہوا؛ اپنے نشانات شناخت سے محروم رہے گا
ان کی تاریخ محکومی میں ہے، وہ ایک دوسرے سے متصادم۔۔۔
وہ مہذب
دریوزہ گر جن کے کشکول کا پیٹ پھول چکا ہے
اور جن کی عورتیں نسل کشی سے عاجز اور جن کی اولاد زر کی تلاش میں نت نئے فتنے جگا رہی ہے (10)

انیس ناگی اپنی بات کو محدود نہیں رکھتے بلکہ وہ بیگانگی کے اس نظریے کو آفاقی سمجھتے ہیں۔ وہ انسان کی مجبوریوں کے اس قانون کا اطلاق پوری انسانیت پر کرتے ہیں۔ فرد کی ساری نفسیات کی تعمیر و تخریب محض ایک خاص سپر پاور طبقے کے پاس ہے۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں عوام کو اپنی انگلیوں پر نچاتے ہیں۔ انیس ناگی کے نزدیک انسانیت میں بڑھتے ہوئے قتل وغارت درندگی اور وحشت کا اصل سبب معاشی ہے۔ حصول زر کے لیے ایک خاص طبقہ پوری دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ سارا نظام ان کے پاس ہو اس مقصد کے لئے وہ مہلک سے مہلک ہتھیاروں کی خرید و فروخت

اور ایجادات کرتے ہیں۔ ان ہتھیاروں سے انسانیت کی بقا کو خطرہ ہے۔ یہ احساس فرد میں احساس بیگانگی کی تشکیل کرتا ہے۔ فرد ہر لحہ موت کا خوف محسوس ہوتا ہے۔ جدید ہتھیاروں میں ایک بٹن دباتے ہی لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ یہ منظر فرد میں بے یقینی اور زندگی کی ناپائیداری کے جذبے کو ابھرتا ہے، جس کے نتیجے میں فرد کو زندگی بے حیثیت لگتی ہے اور وہ زندگی کے ہر سماجی و معاشی عمل سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ احتجاجاً فرد اپنے ماحول سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور وہ خود کو اس ماحول کا حصہ تصور نہیں کرتا۔ بقول ڈاکٹر طارق ہاشمی:

"لاتعلقی کا احساس انیس ناگی کی نظموں میں حزن، احتجاج اور تصادم کی کیفیات کو بیدار کرتا ہے۔"([11])

انیس ناگی حصول زر کے لئے فرد کی زندگی کی بے حرمتی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ افلاس اور تنہائی انسان کے جذبات کو نمو نہیں پانے دیتے۔ ایک ایسا ماحول جہاں بے حسی اور ناآشنائی کا بازار گرم ہے۔ نام نہاد معاشرے کی انہیں سیاہ کاریوں پر فرد احتجاجاً مزاحمت کرتا ہے اور معاشرے سے کنارہ کشی کر اختیار کر کے اپنا الگ راستہ متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انیس ناگی کی نظم "مہذب شہر میں ننگا" جیسی معاشرے سے دستک کش شخص کی آواز ہے۔ چند مصرعے ملاحظہ ہوں:

اس دوزخی شہر کی الجھنوں میں
گھروں سے نکلتے تمدن کے سب راستے بھول کر ایک ایسی ڈگر پر چلا ہوں
کہ چلتے ہوئے اپنے سائے سے ننگا بدن ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہے
کہ اس شہر کے سب ستر پوش لوگوں سے میری ملاقات ہے([12])

دراصل معاشرے کا یہ ہر برہنہ شخص جو اکیلا ہے معاشرے میں وہ چاہتا ہے کہ ان ستر پوشوں کو ان کا اصل چہرہ دکھائے۔ وہ لوگ جو معاشرے میں دوہرا خول چڑھائے منافقت پھیلا رہے ہیں، ان کی اصلیت کو ظاہر کیا جائے۔ بحیثیت مجموعی بیگانگی اور اس کے متعلقات انیس ناگی کی نظم میں اس قدر رچ بس گئے کی ان کی نظمیں "بیگانگی کی نظمیں" ہو گئیں۔

حوالہ جات

---

[1]Mitchell Duncan, dictionary of sociology, London:rautledge & kegan, page:05

[2]2 ۔ احمد حسین کمال، ڈاکٹر، نظام معیشت اور اسلام، لاہور: طیب پبلشرز، 2002ء، ص:15

[3] ۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں، لاہور: تخلیقات، 2000ء، ص:370

[4]4 ۔ ایضاً

[5]5 ۔ ژاں پال، سارتر، وجودیت اور انسان دوستی، (ترجمہ اردو)، مشمولہ نئی تنقید، مرتبی صدیق کلیم، ص:41

[6] ۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں، ص:341

[7] ۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں،، ص:5

[8] ۔ ایضاً، ص:333،332

[9] ۔ ایضاً، ص:621

[10] ۔ ایضاً، ص:248

[11] ۔ طارق ہاشمی، ڈاکٹر، اردو نظم اور معاصر انسان، اسلام آباد: پورب اکادمی، 2015ء، ص:172

[12] ۔ انیس ناگی، بیگانگی کی نظمیں، ص:119

References

1. Mitchell Duncan, Dictionary of Sociology, London: Rutledge & Kegan, P.5
2. Ahmad Hussain Kamal, Dr, Nizam Mayshat aur Islam, Lahore: Tayyab Publishers, 2002, P.15
3. Aness Nagi, Begangi ki Nazmain, Lahore: Takhleqat, 2000, P.370
4. Ibid
5. Zaan Pal Sartar, Wajodiyat aur Insan Dosti, (Urdu Translation), Mashmola: Nai Tanqed, Muraba Sadiq Kaleem, P.41
6. Aness Nagi, Begangi ki Nazmain, P.341
7. Ibid, P.5
8. Ibid, P.332-333
9. Ibid, P.621
10. Ibid, P.248
11. Tariq Hashmi, Dr. Urdu Nazam aur Masar Insan, Islamabad: Porab Academy, 2015, P.172
12. Aness Nagi, Begangi ki Nazmain, P.119